اُردو ادب پر صوبہ سرحد کی ثقافت اور آب وہوا کے اثرات

ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار*

Abstract:
Literature is the mirror of life. Readers observe life in this mirror in different angles. Literature not only reproduce uprooted life style but also refines it for human beings. It also portrays the society in such a manner so destination could be achieved easily. North West Frontier Province has its own culture, values, traditions and customs which are very efficiently painted in the writing and poetry of the intellectuals of the area. In fact, theUrdu literatures of this province is rich in all respects converging each and every aspect of life.

آب وہوا سے مراد فقط جغرافیائی تغیرات کی کہانی یا خارج میں رونما ہونے والے موسم اور عوامل نہیں بلکہ وہ تہذیبی سرمایۂ رسومات، اقدار، رویے، ثقافتی سرگرمیاں اور نسلی خصائص اور محرکات بھی ہیں جو ایک معاشرے کو تشکیلات کی انفرادیت میں ابھارتی ہیں چوں کہ زبان کو ان تمام حوالوں کے اظہارات کا وسیلہ اور وحدت قرار دیا جاتا ہے۔اس لئے زبان بجائے خود مذکورہ حوالوں کی کلید بن کر ایک قدر کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اس اعتبار سے پشتو زبان اور سرحد میں بولی جانے والی دیگر زبانیں ہندکو، چترالی وغیرہ کو یہاں کی آب وہوا کی ثقافت اور ثقافت کی آب وہوا کی اساس اور سرمایہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ زبانیں ایک طرف مختلف قبائل کے جذبات واحساسات، افکار و تصورات وغیرہ کے انعکاس کا وسیلہ رہی ہیں۔تو دوسری جانب صوبہ سرحد اور اس سے ملحقہ دیگر اقطاع کی ثقافتوں کے فروغ کا منبع۔ یہی سبب ہے کہ جب یہ زبانیں اردو ادب سے مراسم استوار کرنے لگتی ہیں تو اپنے ماحول کے بیشتر رنگ اور اپنی ممکنہ توانائیاں پوری فطری سچائی سے اُسے سونپتی ہیں نتیجتاً اردو ادب پشتون ثقافت کے کئی ذائقوں سے دامن بھرتا نظر آنے لگتا ہے۔

ارسطو کے نزدیک۔

> ''زبان وضع کی جاتی ہے کیوں کہ کوئی نام طبعی طور پر خود بخود وجود میں نہیں آتا''[۱]

لسانی اعتبار سے ارسطو کی یہ رائے اپنے اندر اختلافات کی گنجائش رکھتی ہے۔تاہم اس سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ جب ایک زبان جو دراصل سماجی شعور کی گرہ کشا ہوا کرتی ہے۔جب دوسری زبانوں سے ثقافتی اور

* اُستاد شعبہ اُردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

ادبی ملاپ کرتی ہے۔تو اس کے ثمرات اس فضا اور ماحول کو بھی منعطف کرتے ہیں جن کے پس منظر صدیوں کی ثقافتی تاریخ اپنے ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔جبکہ بسا اوقات زبان کی وضعی کاوشیں فطرت کے بہاؤ کا ساتھ بھی دیتی ہیں اور ادب کے ارتقا کا راستہ بھی ہموار کرتی ہیں بہر کیف اس موڑ پر ان کاوشوں کا سرسری خاکہ پیش کیا جارہا ہے جو اُردو ادب پر صوبہ سرحد کی آب و ہوا اور ثقافتی سرگرمیوں کا نقش گہرا کرتی نظر آتی ہیں۔

ادبیات سرحد: (پشتو ادب) رضا ہمدانی کی اس قلمی کاوش کو ۱۹۵۳ء میں نیا مکتبہ پشاور نے شائع کیا صفحات کی تعداد ۴۴۷ ہے یہ پشتو شعراء کا نہ صرف تذکرہ ہے بلکہ ان کے احساسات، جذبات اور نسلی جبلتوں کو اُردو زبان میں منتقل کرنے کی فطری کاوش ہے یہ کتاب ۱۳۹ء سے ۱۹۱۳ء تک کی ادبی سرگرمیوں پر نہ صرف محیط ہے بلکہ اس بہترین نمونے اردو زبان و ادب میں ترجمہ کی صورت میں بھی منتقل کرتی ہے۔

چار بیتہ: صوبہ سرحد کی ایک میٹھی زبان ہندکو کے چار بیتے کے موضوع اور تجربات کو اس کتاب کے وسیلے سے رضا ہمدانی نے اُردو میں منتقل کیا ہے جسے لوک ورثے کے قومی ادارے اسلام آباد پاکستان نے پہلی مرتبہ جون ۱۹۷۸ء کو اشاعت کے مرحلے سے گزارا یہ ترجمہ مماثل اور متفرق جذبات اور احساسات اردو میں منتقل کر کے ایک فضا سی مشکل کرتا ہے۔

رزمیہ داستانیں: یہ بھی رضا ہمدانی کی تحقیق اور ترجمے پر مبنی ایک ضخیم کتاب ہے لوک ورثے کے قومی ادارے اسلام آباد نے اسے اپریل ۱۹۸۱ء کو شائع کیا صفحات کی تعداد ۴۶۲ ہے۔اس کتاب کی غرض و غایت قرن درقرن پشتون قوم کی تاریخی جنگوں بہادری، رواداری اور ذوق کو ضبط تحریر میں لانا تھا تاکہ اردو دان طبقہ بھی اس ولولے کو محسوس کر سکے۔

پٹھانوں کے رسم و رواج: یہ معتبر کتاب بھی رضا ہمدانی کی قلمی کاوش ہے ۱۹۸۲ء میں لوک ورثے کے قومی ادارے اسلام آباد نے اسے شائع کیا اس کی اشاعت کو جواز فراہم کرتے ہوئے رضا ہمدانی لکھتے ہیں۔

> ''صوبہ سرحد میں بسنے والے قبائل اپنی تاریخی حیثیت کے علاوہ ایک عظیم ثقافتی ورثہ بھی رکھتے ہیں اور یہ گوں ناگوں تنوع ہی محققین و مورخین کو تجسس میں ڈالتا ہے کہ یہ قبائل اتنی متنوع ثقافتی رنگینیاں کہاں سے لائے'' [۲]

بازنامہ: یہ بھی رضا ہمدانی کی کاوش ہے جسے پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی نے ۱۹۸۵ء کو شائع کیا۔اس تحریر

میں باز کی قسمیں، تربیت، بیماریاں، علاج اور دوسرے تمام تر متعلقات کو ادبی سادگی کے ساتھ اُردو زبان میں منتقل کیا گیا ہے۔

'اٹک کے اس پار'، 'پٹھانوں کے رومان'، 'پشتو شاعری'، 'رحمان بابا'، 'خوشحال خان خٹک' یہ وہ کتابیں ہیں جو رضا ہمدانی اور فارغ بخاری نے اس غرض سے اُردو ادب کو دی ہیں کہ اس کے ارتقا کے دائرے میں وسعت اور تنوع پیدا ہو، ان کے علاوہ پروفیسر طٰہٰ خان کی 'رحمان بابا کے کلام کا اُردو ترجمہ'، شکیل احمد نایاب کی کتاب ''پشتو ثقافت کے امتیازی پہلو'، ایسے حوالے ہیں جو اُردو زبان و ادب میں نہ محض ہوا کے جھونکے کی حیثیات رکھتے ہیں بلکہ ثقافتی اور ادبی تقابل کے مواقع بھی فراہم کرتے ہیں۔ بہر حال یہاں تمہید کی طوالت سے گریز کرتے ہوئے ترجمہ کی اہمیت کی بارے اقتباس نقل کیا جا رہا ہے۔ تاکہ پھر اگلے مراحل کی جانب قدم بڑھایا جا سکے اور گزشتہ اور آئندہ کو ایک واحد تاثر میں اُجاگر کیا جا سکے۔

> ''دنیا کا وہ پہلا شخص جس نے ترجمہ کی طرف توجہ دی ادب کے علاوہ انسانیت کا بھی محسن تھا۔ تراجم نے مخفی دنیاؤں کو متعارف کرا کے انسان کو انسان کے ساتھ دوستی پر مجبور کیا اگر ترجمہ نہ ہوتا تو ہر شخص اپنے خول میں مقید رہتا۔ ترجمہ زبان و ادب میں اضافہ کرتا ہے' خیال آفرینی کے جوہر دیتا ہے اس آئینے میں سماج اپنے چہرے کا بھی جائزہ لے کر اپنے خدوخال سنوار سکتا ہے۔'' [۳]

تخلیقِ ادب کو کسی خاص ماحول، کسی مخصوص علاقے کسی بدتر و برتر نسل کسی دیس یا کسی مقامی فلسفے تک محدود و متعین کرنا ادب کے وسیع تر اہداف اور تحریری ہمہ گیریت کو نقصان پہنچانے کے مترادف عمل ہے۔ کیوں کہ ادب زمان و مکان اور تاریخ و جغرافیہ کی تفریق اور امتیازات کے بغیر انسانی معاشرے کے تمام تجربات کو اپنے وجود کا حصہ بناتا ہے۔ ظہیر کاشمیری کا یہ دعویٰ بڑی حد تک اس اجمال کی تفصیل پیش کرتا ہے۔

> ''فن کا غنی ہو تو دیر تک اپنی داخلی نیرنگیوں میں کھویا رہتا ہے اور اپنی ذات اور کائنات کے منطقی رشتوں سے بے خبر رہتا ہے'' [۴]

تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ آفاقی تخلیق سے وابستہ قلم کار بھی اپنے سامنے کی فضا کے رنگوں کو قلم انداز نہیں کر سکتے کیوں کہ آفاقیت یا ادبی ہمہ گیریت کا ہر گز یہ مفہوم نہیں کہ ماحول کی سچائیوں کو عالم گیریت کے فریب یا آفاقیت محض کے بہکاوے میں تخلیقی کرب سے گزارنے سے گُریز یا انحراف کیا جائے۔ اور پھر مقامی حوالے ہر صورت میں

ادب کے وسیع تر مفاہیم کے منافی بھی نہیں ہوتے۔ کیوں کہ بعض مقامی حوالے اپنے وجود اور اپنی افادیت کے اعتبار سے اس قدر ہمہ پہلو، دلآویز اور انسانیت نواز ہوتے ہیں جن کا نظرانداز کرنا اجتماعی معاشرے کے لئے خسارے کا باعث بھی ہوسکتا ہے۔ پشتونوں کی سرزمین صوبہ سرحد کی روایات اور ادبی اقدار کا پھیلاؤ بھی اپنی آغوش میں زندگی کی بعض ناقابل فراموش ساعتوں اور حیات کے یادگار لمحات کی کہانیوں کونشو ونما کے مراحل سے گزارنے اور انہیں پروان چڑھاتے نظر آتے ہیں۔

فارغ بخاری اور رضا ہمدانی لکھتے ہیں۔

''پشتون ایک بہت قدیم قوم ہے۔ اوراس کی زبان وادب بھی قدیم ہیں۔ اس کی تاریخ قرنوں پر پھیلی ہوئی ہے اوراس کی وسعت صدیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔'' [۵]

بہرکیف پشتو ادب اور پشتون روایات اُردو ادب میں بھی منعکس اور منتقل ہوتی رہی ہیں۔ کہیں بالواسطہ تخلیقی پیرائے میں، کہیں تراجم کی صورت میں تو کہیں براہ راست اُردو کے پشتون تخلیق کاروں اور قلم کاروں کی وساطت سے، اُردو ادب نے صوبہ سرحد کی ادبی فضا کے سنہرے ماضی، تاب ناک حال اور مستقبل کے کمزور اور توانا امکانات کے عکس اور جہتوں سے خود کی فاصلے پر نہیں رکھا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اردو ادب میں کم وبیش وہ خصائص، روایات، رسومات اور عادات منقلب ہوتی رہی ہیں۔ جن سے صوبہ سرحد کی ادبی فضا عبارت ہے۔ ادبیات سرحد کے مولّف کی رائے ہے۔

''ادب کو لازماً اپنے ملک اور اپنی قوم کی تاریخ ہونا چاہیے۔ جو اس کے اجتماعی، جمالیاتی، انحطاطی، ارتقائی، غرض تمام پہلوؤں کو احاطہ کئے ہوئے ہو اور اس میں اپنے دور کی زندگی کے تمام گوشے محفوظ ہو۔ پشتو ادب کا جائزہ اس کلیے کی تائید میں ہے۔'' [٦]

نہ فقط اس اقتباس سے کسی علاقائی ادب کی افادیت اور خدوخال نمایاں ہوتے ہیں۔

بلکہ دو ہمسایہ زبانوں کے تخلیقی عمل کے ربط وارتباط کا تصور بھی اس سے نمایاں تر ہوتا ہے۔ اردو ادب جب اپنے ارتقا کے سفر میں صوبہ سرحد کے سنگلاخ پہاڑوں اور شاداب وادیوں کا رخ کرتا ہے تو اس کی دھڑکنوں میں ایک طرف محبتوں کے نئے نغمات کا رس سمانے لگتا ہے تو دوسری جانب اس کی سانسوں میں صدیوں کی تہذیب اور قومی

اقدار کی خوشبو بسنے لگتی ہے۔ایک جانب اُردو ادب کے چہرے پر عزائم کے نقش ابھرنے لگتے ہیں۔تو دوسری طرف اس کے عارض پر حیا کا غازہ اور عفتوں کی لالی بکھر جاتی ہے۔ایک طرف اردو ادب تلوار کی جھنکار کے دھوپ اور سائے میں ڈوبتا ابھرتا ہے تو دوسری طرف کوہستانوں کے گیت اور پہاڑوں کے جھرنے اس کی رگ رگ میں متحرک مضطرب اور موجذن ہونے لگتے ہیں۔اُردو ادب کا کارواں جب سرحد کی سرزمین میں پڑاؤ ڈالتا ہے تو اس کے ریشے ریشے میں پگڑی کا وقار اور دوپٹے کا تقدس گونج اُٹھتا ہے۔اس کی وسیع اور کشادہ دنیا پنگھٹ کے دل کُشا نظاروں کے گرد گھومنے لگتی ہے۔اس کے کُھلے گیسو ہمہ رنگ آنچلوں کے دلربا سائے میں اور بھی دل فریب نظر آنے لگتے ہیں۔ایک جانب خوشحال خان خٹک کے بازنامے اور دستارنامے کی جارحانہ تفصیلات اور فیاضانہ نزاکتیں اُردو ادب کی نگاہ کو تلوار بناتی ہیں تو دوسری جانب یوسف خان شیر بانو، آدم خان دُرخانی، موسٰی خان گل مکئی، جلات خان محبوبہ، مومن خان شیرینو، تور دلے اور شہی، فتح خان رابیا، اور میمونئی کی لوک کہانیاں اُردو ادب کو محبت کے نئے تناظر میں اُجاگر کرتی ہیں۔لوک کہانیاں تاریخی صداقتوں سے بسا اوقات ماورا ہو کر بھی قومی سوچ کی غمّاز اور محبت کی ازلی سچائیوں کی گرہ کُشا اور ترجمان ہوا کرتی ہیں۔'پٹھانوں کے رومان' کے مولّفین لکھتے ہیں۔

> ''بعض احباب لوک کہانیوں کو تاریخ کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔اس طرح ان کی ادبی حیثیت کو مجروح کرنا اور اچھے خاصے شعر کو مدرسے لے جانا ہے۔اس قسم کی کہانیاں دُنیا کی مختلف اقوام اور معاشروں میں رائج ہیں۔اگر تاریخ کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا جائے تو کوئی کہانی بھی اس معیار پر پوری نہیں اتر سکتی۔لیلی مجنون، شرین فرہاد، عذرا وامق ایسی بین الاقوامی شہرت رکھنے والی کہانیوں کے متعلق بھی یہ کہا جاتا رہا ہے کہ ان کا تاریخی پہلو سقیم ہے۔''[۷]

بہر کیف 'پشتو افسانے'، 'پٹھانوں کے رومان'، 'پٹھانوں کے رسم ورواج'، 'خوشحال بابا' اور 'رحمان بابا کے افکار'، 'رزمیہ داستانیں'، 'چار بیتہ'، 'ادبیات سرحد' اور 'سرحد کے اس پار' وہ مطبوعاتی سلسلے ہیں جن کی بدولت اُردو ادب ذائقوں کی نئی لذات اور سرشاریوں کے نرالے رموز سے آشنا ہوتا رہا ہے، مذکورہ سلسلے کہیں عکس بن کر تراجم کی شکل میں نظر آتے ہیں تو کہیں طبع زاد پیرائے میں اپنے دلکشا نقش اذہان وقلوب پر مرتسم کرتے ہیں۔بہر صورت بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں اُردو ادب پشتو کے قدیم اور جدید ادب کی دہلیز پر آتا ہے اور اپنی جھولی میں نئے جذباتی اور ادراکاتی تجربوں کی سوغات سمیٹ لیتا ہے۔پھر یہ سلسلہ رکتا نہیں ہے۔

اردو ادب سے وابستہ کئی پشتون ادباء شعوری اور لاشعوری دونوں سطح پر صوبہ سرحد کی ثقافت کو اُردو ادب کے فروغ وارتقاء کا زینہ بناتے نظر آتے ہیں رضا ہمدانی، فارغ بخاری، خاطر غزنوی، حمزہ شینواری، قلندر مومند، اجمل خٹک اور احمد فراز یہ وہ نام ہیں جنہوں نے کہیں بالواسطہ اُردو ادب کو پشتون ماحول میں اُبھارنے کی کوشش کی ہے تو کہیں براہِ راست اس میں پشتون اُب وہوا کی تازگی لانے کے لئے تخلیقی جدوجہد جاری رکھی ہے۔ اُردو ادب نہ صرف نظریاتی، ثقافتی اور تخیلاتی سطح پر صوبہ سرحد کی فضا سے ہم آہنگی پیدا کرتا رہا بلکہ پشتو ادب کی صنفی رنگارنگی سے بھی اپنا دامن بھرتا چلا گیا۔ چنانچہ ٹپہ، چاربیتہ، الاّ ھو وغیرہ جیسی اصناف کے منفرد ذائقے اُردو ادب کے اعصابی نظام پر طاری ہونے لگتے ہیں۔

چاربیتہ اپنے نام کے موافق چار ابیات پر مشتمل نہیں ہوتا بلکہ پشتو ادب میں اس کا اپنا مخصوص ہیئتی نظام ہے چاربیتہ ایک شعری آہنگ کا نام بھی ہے۔

رضا ہمدانی ایک پشتو چاربیتہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

''مرد۔

میں تجھ سے ملنے کی تدبیر یوں نکالوں گا — گڈریا بن کے تیری بکریاں چرالوں گا

تیرے بغیر سسکتی ہے زندگی میری

تیرے بغیر فراواں ہے بے کلی میری

تیرے بغیر تڑپتی ہے روح بھی میری

میں تیرے واسطے ہر اک ستم اٹھالوں گا — گڈریا بن کے تیری بکریاں چرالوں گا

عورت۔

ملک کی بیٹی ہوں میں تو کسان بے چارہ — یہ میرا حسن ہے دہکا ہوا انگارہ

چمک دمک سے سمجھتا ہے تو جسے تارہ

تو سوچتا ہے اسے اُنکھ میں چھپالوں گا — گڈریا بن کے تیری بکریاں چرالوں گا'' [۸]

یہاں چاربیتہ کا آہنگ اپنے نشیب وفراز میں پشتون مٹی کی خوشبو سمو کر انسان کے عالمی ذوق پر چھا جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ پشتو چاربیتہ اور ٹپہ کی منظوم تراجم اپنی ثقافت کی توانائی کے ساتھ اُردو ادب میں منتقل ہوئے ہیں لیکن مثالوں کی کثرت کا یہ محل نہیں ہے۔ البتہ اس مقام پر مرزا ادیب کی یہ رائے نقل کرنا خلاف مصلحت نہیں ہوگا:۔

''ہر ادب پارے کی اپنی بو باس ہوتی ہے۔ یہ بو باس اس فضا میں رچی بسی ہوتی ہے جس میں ایک مصنف سانس لیتا ہے۔ یہ بو باس ایک خاص خطہ ارض میں بسنے والے لوگوں کی زندگی سے متعلق اجتماعی رویے سے پھوٹتی ہے، یہ رویہ معاشرتی زندگی کے خاص تجربات اور مشاہدات سے بروئے کار آتا ہے۔ اور جب ایک مترجم کسی مصنف کی تحریر کو ان عناصر کے ساتھ اپنی زبان میں لے آتا ہے۔ تو اس کی یہ کوشش ثانوی درجے سے بلند ہو کر تخلیقی ادب کی بلندیوں تک پہنچ جاتی ہے''[۹]

اُردو ادب کی خوش قسمتی ہے کہ اِسے لسانی اعتبار سے برصغیر کی دوسری زبانوں کے مقابلے میں زیادہ مقبولیت ملی جو اس کی مرکزیت کا باعث بھی بنتی رہی اس طرح اُردو میں ان زبانوں کا ادب بھی منتقل ہوتا رہا جن کا ماضی اعلیٰ اقدار، ہمہ رنگ ثقافت اور تازہ تر افکار سے مزّین رہا صوبہ سرحد میں یہ کام پشتو زبان و ادب کے اختلاط کا نتیجہ رہا ہے۔

گو صوبہ سرحد کی دیگر زبانوں نے بھی اُردو کے فروغ اور ارتقاء میں اپنی اعلیٰ ظرفی کو مقدم رکھا ہے تاہم پشتو زبان و ادب غالب اور حاوی ہونے کے سبب اُردو ادب کو اپنے رنگ میں نسبتاً زیادہ رنگتا رہا اور ایک تازہ تر ہوا کا جھونکا ادب کے قاری کی سماعت سے الجھتا اور ٹھکراتا رہا جسے اُردو ادب کے فروغ میں صوبہ سرحد کا خاص رنگ اور آہنگ کہا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق کہتے ہیں۔

''ادبیات کے میدان میں پہلی منزل ترجمہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب قوم میں جدت اور اپج نہیں رہتی تو ظاہر ہے کہ اس کی تصانیف معمولی، ادھوری، کم مایہ اور ادنیٰ ہوگی۔ اس وقت قوم کی بڑی خدمت یہی ہے کہ ترجمہ کے زریعے دنیا کے اعلیٰ درجہ کی تصانیف اپنی زبان میں لائی جائیں۔ یہی ترجمے خیالات میں تغیر اور معلومات میں اضافہ کریں گے جمود کو توڑیں گے اور قوم میں ایک نئی حرکت پیدا کریں گے۔''[۱۰]

ڈاکٹر عبدالحق کی مذکورہ آراء کو اگر ان اُردو تراجم پر منطبق کیا جائے جو پشتو شاعری بلکہ پشتو منظوم اور منثور ادب سے کی گئی ہیں تب بھی نتیجہ وہی رہے گا بلکہ ایک حوالے سے اس سے بہتر اور برتر نتائج اس لئے سامنے

آ ئیں گے کہ یہاں اپنے وطن کی مٹی کی زرخیزی نے یہ سماں پیدا کیا ہوا ہے۔

کہاوتیں اورضرب الامثال کسی قوم کی صدیوں کی تاریخ، روایات اورطرز زندگی کو بے نقاب کرتی ہیں۔ پشتون قوم کی سماجی اور ثقافتی زندگی تحرک، تعقل اور تدّبر سے عبارت ہے اور یہ زندگی کہاوتوں اورضرب المثال میں اسطرح سما گئی ہے جیسے ملکوتی حُسن کو شیشے میں اتارا جائے یہی ضرب المثال اور کہاوتیں اُردو ادب میں تراجم کے ذریعے منتقل ہوئی ہیں۔ جن کی مدد سے اُردو ادب نے ایک وسیع تر جذباتی، تہذیبی اور معاشرتی دائرہ میں چکر کاٹنا شروع کیا ہے۔ رضا ہمدانی نے ۱۸۳۷ء کی پشتو کہاوتوں کو اُردو زبان میں اپنی اصل کی موجودگی میں منتقل کیا ہے، پشتو کی ضرب الامثال نامی یہ کتاب پشتونوں کی زندگی کے ہر پہلو اور ہر جہت کا پردہ چاک کرتی ہے۔ رضا ہمدانی اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں۔

> ''ادب ایک مجمل لفظ ہے۔ لیکن یہ اجمال اپنے بطن میں تفصیل کے زخاّر سمندر لئے ہوئے ہیں۔ ادب سے مراد صرف شعر یا افسانہ نہیں بلکہ اس کے دائرے میں کائنات اور گردوپیش کے وہ تمام کوائف سمائے ہوئے ہیں جن کا تعلق انسان کے احساسات، محسوسات اور ضروریات زندگی کے ساتھ سمجھا جاتا ہے، لہٰذا ادب کا دامن اپنے اندر شعر، افسانہ، ڈرامہ، تنقید، مضمون محاورے، مقولے اور ضرب الامثال کی دولت بھی رکھتا ہے۔۔۔ ۔ کہاوتیں ضرب الامثال، محاورے اور مقولے سالہائے سال کے تجربوں کا نچوڑ ہوتے ہیں کسی معاشرے کا صحیح عکس اس کے ادب میں محفوظ ہوتا ہے لیکن ضرب الامثال اور محاورے اپنے گردوپیش کے بدرجہ اتم آئینہ دار ہوتے ہیں۔۔۔۔ شاعر بیسیوں الفاظ کے صرف سے وہ بات نہیں کہہ پاتا جو کہاوت یا محاورے کے چند الفاظ بدرجہ احسن ادا کردیتے ہیں۔''[۱۱]

مختصر یہ کہ اُردو ادب سرحد کی آب و ہوا میں رہ کر اس ماحول کا اتنا عادی ہوچلا ہے کہ اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔ اس علاقے کے رنگ اوڑھ کر اُردو ادب نے نہ صرف ارتقاء کے اگلے مراحل میں قدم رکھا ہے بلکہ اپنے پڑھنے والوں کیلئے سوچ کے نئے دروازے بھی کھول دیئے ہیں۔

حواشی

۱۔ ہادی حسین محمد، زبان اور شاعری ص ۱۳۱ مجلس ترقی ادب لاہور طبع اول ۱۹۸۴ء

۲۔ رضا ہمدانی، پٹھانوں کے رسم ورواج، ص ۷ قومی ادارہ لوک ورثہ اسلام آباد ۱۹۸۲ء

۳۔ رضا ہمدانی، روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۲ ستمبر ۱۹۸۳ء

۴۔ رضا ہمدانی، رگ مینا ص ۸، گوشۂ ادب لاہور ۱۹۵۷ء

۵۔ رضا ہمدانی+فارغ بخاری، پشتو شاعری، ص ۱۹، انجمن ترقی اُردو پاکستان ۱۹۶۶ء

۶۔ رضا ہمدانی+فارغ بخاری، ادبیات سرحد (پشتو ادب) ص ۱۹، نیا مکتبہ محلّہ خُداداد پشاور ۱۹۵۳ء

۷۔ رضا ہمدانی+فارغ بخاری، پٹھانوں کے رومان ص ۷، نیا مکتبہ محلّہ خُداداد پشاور ۱۹۵۵ء

۸۔ سنگ میل انٹرنیشنل فوک لور جرنل جلد اول، شمارہ ۷۔۸ ص ۱۰۶ مارچ، اپریل ۱۹۷۴ء

۹۔ نوائے وقت (روزنامہ) راولپنڈی ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء

۱۰۔ عبدالحق، ڈاکٹر، تاریخ یونان (ترجمہ سید ہاشمی فرید آبادی) ص ۳ دارالطبع سرکارِ عالی حیدرآباد دکن مطبوعہ ۱۹۱۹ء

۱۱۔ رضا ہمدانی، پشتو کی ضرب الامثال (غیر مطبوعہ) ص ۳۔۴ ملکیت انیس ہمدانی

کتابیات

۱۔ رضا ہمدانی،ادبیات سرحد(پشتو ادب)نیا مکتبہ محلّہ خداداد پشاور۱۹۵۳ء

۲۔ ایضاً+پٹھانوں کے رسم ورواج،قومی ادارہ لوک ورثہ،اسلام آباد ۱۹۸۲ء

۳۔ ایضاً+فارغ بخاری،پٹھانوں کے رومان،نیا مکتبہ محلّہ خداداد پشاور۱۹۵۵ء

۴۔ رضا ہمدانی+فارغ بخاری،پشتو شاعری،انجمن ترقی اُردو پاکستان۱۹۶۶ء

۵۔ رضا ہمدانی،رگِ مینا،گوشۂ ادب لاہور،۱۹۵۷ء

۶۔ عبدالحق،ڈاکٹر،تاریخ یونان(ترجمہ سید ہاشم فرید آبادی)دارالطبع سرکارِعالی حیدرآباد دکن،مطبوعہ۱۹۱۹ء

۷۔ ہادی حسین محمد،زبان اور شاعری مجلس ترقی ادب،لاہور طبع اول۱۹۸۴ء

رسائل

۸۔ سنگ میل انٹرنیشنل فوک لور جرنل،جلد اول شمارہ ۷ مارچ،اپریل۱۹۷۴ء

اخبارات

۹۔ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی، ۱۲مئی۱۹۷۸ء غیر مطبوعہ''کتاب''

۱۰۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی،۱۲ستمبر۱۹۸۳ء

غیر مطبوعہ کتب

۱۱۔ رضا ہمدانی،پشتو کی ضرب الامثال،ملکیت انیس ہمدانی